**وفاقی بجٹ15-2014: ایک جائزہ**

** **

وفاقی بجٹ 152014-:ایک جائزہ[[1]](#footnote-1)\*

سالانہ وفاقی بجٹ نہ صرف مرکز ی حکومت کی آمدنی اور خرچ کی بیلنس شیٹ ہو تا ہے بلکہ یہ دستاویز حکومت کی معاشی پالیسیوں اور ترجیحات کا مظہر بھی ہوتی ہے۔ اس تناظر میں کسی بھی بجٹ کاتجزیہ کرنے کے لیے تین حوالے اہم ہیں: ایک یہ کہ ختم ہونے والی مالی سال میں کارکردگی کیا رہی؟ دوسرے یہ کہ بجٹ میں سامنے آنے والے اعلانات اور وعدے کیا ہیں اور تیسرے یہ کہ جو اعلانات اور وعدے اس بجٹ میں سامنے لائے گئے ہیں ان سے معاشی ترقی و بہتری کے لیے کیا امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ سال 152014-کے لیے اعلان (اور منظور) کردہ بجٹ موجودہ حکومت کی جانب سے قریباً ایک سال کے عرصے کے دوران میں پیش ہونے والادوسرا بجٹ ہے یہ مختصر جائزہ ان نکات کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے کہ اس حکومت کے پہلے سال کے دوران قومی معیشت کی کارکردگی کیسی رہی ہے، اس وقت معیشت کو درپیش نمایاں چیلنجز کیا ہیں اور آنے والے دنوں میں بجٹ کے اقدامات کا قومی معیشت پر کیا اثر ہوگا۔

**معاشی کارکردگی ۔ قومی معیشت کی صورت حال پر طائرانہ نظر**

پاکستان اکنامک سروے152014-کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کی صورت حال کسی بھی طرح تسلی بخش قرار نہیں دی جاسکتی!

پاکستان معیشت جن مشکلات سے نبرد آزما ہے ان میں سے کچھ تو لمبے عرصے سے (یا ہمیشہ سے) ہی موجود ہیں اور ان کو لازما سال 2013-14کے دوران خراب کارکردگی کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان میں مالیاتی خسارہ، قرض، بیرونی ادائیگوں کا توازن سرمائے کی تشکیل نہ ہونا وغیرہ شامل ہیں! تاہم ختم ہونے والے مالی سال میں بھی معیشت نے کسی بھی طرح بہتر نتائج نہیں دکھائے۔

اکنامک سروے میں دکھایا گیا ہے کہ مجموعی طور پر معاشی نمو 4.14فی صد رہی ہے جو سال 2012-13کے% 3.7کے مقابلے میں زیادہ ہے سروے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ پچھلے چھے سالوں میں سب سے بلند شرح نمو ہے۔ یہ شرح نمو خاص طور پر صنعتی شعبے کی نمو میں نمایاں بہتری کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے جوکہ گزشتہ سال کے% 1.37کے مقابلے میں کافی بہتر یعنی5.84فی صد ریکارڈ کی گئی ہے۔ تاہم زراعت کے شعبے کی نمو مایوس کن یعنی% 2.12رہی ہے جو گزشتہ سال کے 2.8فی صد سے بھی کم ہے۔ خدمات کے شعبے میں نمو کم ہو کر گزشتہ مالی سال کے% 4.85کے مقابلے میں 4.29فی صد رہ گئی۔

ختم ہونے والے مالی سال کے دوران معیشت کی مجموعی کارکردگی ملی جلی رہی۔ کچھ حوالوں سے مثبت پیش رفت بھی دیکھنے میں آئی لیکن اس کو لازماً معیشت کے لیے کسی بنیادی بہتری سے تعبیر کرنا یقیناًدرست نہیں ہوگا۔ روپے کی گرتی ہوئی قیمت اور ساکھ کو کسی حد تک سنبھالا مل گیا اور حسابات جاریہ کو بھی قابل برداشت سطح پر رکھنا ممکن ہوا ہے۔ ان کی بنیادی وجوہات سعودی عرب سے ملنے والے 1.5ارب ڈالر اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی ترسیلات زر ہیں جو مالی سال کے پہلے دس مہینوں میں 13ارب ڈالر ہوگئی ہیں۔ البتہ بہت سارے اہداف حاصل نہ کیے جاسکے۔ خود نمو کا4.4فی صد کا ہدف حاصل نہ ہوا اور یہ 4.1فی صد تک محدود رہا۔ افراطِ زر بھی 8فی صد کے ہدف سے کافی آگے یعنی 8.69فی صد ہوگیا (اور یہ بھی حکومتی اعدادوشمار ہیں۔ زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ اصل میں افراط زر کی شرح کافی زیادہ ہے)۔ قومی بچتیں اپنے ہدف یعنی مجموعی قومی پیداوارکے 14فی صد سے بہت کم یعنی 12.9فی صد رہیں اور یہ گزشتہ مالی سال کے 13.5فی صد سے بھی بہت کم ہو گئیں۔ حسابات جاریہ کا خسارہ بھی گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے کے 1.5ارب ڈالر کے مقابلے میں 2.1ارب ڈالر ہوگیا۔

پاکستان اکنامک سروے152014-کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کی صورت حال کسی بھی طرح تسلی بخش قرار نہیں دی جاسکتی!

ایک لمبے انتظار کے بعد حکومت پاکستان3جی/4جی سروسز کا نیلام کرنے میں کامیاب رہی۔ اسی طرح پاکستان تقریباً نصف دہائی کے بعد یوروبانڈز مارکیٹ میں داخل ہوا اور ابتدائی ردعمل حکومت کے لیے حوصلہ افزا تھا۔ ان دونوں پیش رفتوں کی وجہ سے معاشی منتظمین کے لیے نقد رقم ضرور میسر ہوئی ہے تاہم خاص طور پر یورو بانڈزکی وجہ سے ملک کے مجموعی قرض میں خاصا اضافہ ہوگیا ہے۔ فیڈرل بیورو آف ریونیو جس نے محصولات کے حوالے سے کبھی بھی اپنے اہداف حاصل نہیں کیے، اس مرتبہ بھی ناکام ہی رہا اور نظر ثانی شدہ ہدف سے بھی بہت دور!

کچھ حوالوں سے مثبت پیش رفت بھی دیکھنے میں آئی لیکن اس کو لازماً معیشت کے لیے کسی بنیادی بہتری سے تعبیر کرنا یقیناًدرست نہیں ہوگا۔

سماجی اشاریے بھی کوئی نمایاں بہتری دکھانے سے قاصر رہے۔ شرح خواندگی میں بہت ہی معمولی اضافہ یعنی 58فی صد سے60فی صد (اور یہ بھی پرانے اعدادوشمار ہیں) ہوا۔ڈالر کے حساب سے فی کس سالانہ آمدنی میں 3.5فی صد اضافہ ظاہر کیا گیا ہے یعنی یہ اب 1387ڈالر فی کس سالانہ ہوگئی ہے۔ تاہم یہ اضافہ روپے کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے 3.5فی صد ہے، روپے کی صورت میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ پہلو اپنی جگہ اہم ہے کہ فی کس سالانہ آمدنی میں اضافہ لازماً اس بات کا مظہر نہیں ہوتا کہ عام آدمی کی آمدن میں اضافہ ہورہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے غربت کے سرکاری اعدادوشمار سامنے نہیں لائے جا رہے تاہم وزیر خزانہ کا خودیہ کہنا ہے کہ ملک کی نصف آبادی خط غربت ( جس کی وضاحت انہوں نے نہیں کی) سے نیچے ہے۔ اکنامک سروے کے مطابق بے روزگاری کی شرح 6فی صد سے قدر ے کم ہے جو زمینی حقائق کی غمازی کرتی نظر نہیں آتی۔

آج پاکستانی معیشت کی جو صورت حال نظر آتی ہے اس کی بنیادی وجوہات میں تقریباً ڈیڑھ دہائی سے جاری رہنے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ اور نصف دہائی سے زیادہ عرصے سے درپیش توانائی کا بحران شامل ہیں۔ ان دونوں وجوہات سے معاشی سرگرمی بری طرح متاثر ہوئی اور سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بھی کافی نقصان پہنچا۔

**حکومتی اعدادوشمار کس حد تک قابل بھروسہ ہیں؟** حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعدادوشمار کی اصلیت پر ہمیشہ سے ہی ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔ تاہم اس وقت کچھ حلقوں کی جانب سے یہ نشان دہی کی جارہی ہے کہ 4.14فی صد شرح نمو دکھانے کے لیے حکومت نے لارج سکیل مینو فیکچرنگ کے اعدادوشمار مالی سال کے پہلے 9ماہ کے لیے ہیں۔ اس عرصے کے دوران یہ شرح 5.3فی صد رہی تاہم اگر دسویں ماہ کو بھی شامل کیا جائے تو اس شعبے کی شرح نمو% 4.7پر آجاتی ہے جس سے جی ڈی پی کی مجموعی شرح نمو بھی کم ہو کر 4فی صد سے نیچے آجاتی ہے۔ اگرچہ یہ خود 4فی صد کی شرح بھی پاکستان جیسے ملک کے لیے بہت کم ہے۔ایسی صورت حال میں بحیثیت مجموعی حکومتی اعدادو شمار کی ساکھ قابل اعتبار نہیں رہتی۔

حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعدادوشمار کی اصلیت پر ہمیشہ سے ہی ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔

**بجٹ2014-15کے چند اقدامات پر ایک نظر**

ہر مالیاتی سال کا وفاقی بجٹ اور مالیاتی بل میکرو اور مائیکرو معاشی سرگرمیوں سے متعلق بے شمار تجاویز اور اقدامات پر مشتمل ہوتا ہے۔ موجودہ بحث ایسے چند اہم اعلانات اور اقدامات کا تجزیہ ہے جنہیں اس بجٹ میں نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے اور جو قومی معیشت اور اہم سماجی و اقتصادی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک مجموعی سوچ اور نقطۂ نظر کی غمازی کرتے ہیں۔

ایک اجمالی جائزہ لیا جائے تو سب سے اہم معاملہ انتہائی اہمیت کے حامل توانائی کے شعبے کا بحران ہے۔ حکومت نے سرکاری شعبوں کے ترقیاتی پروگرام میں توانائی کے شعبے کے لیے200ارب روپے مختص کیے ہیں۔ یقیناًیہ ایک معقول رقم ہے اور اس سے ایک بڑی تعداد کے منصوبوں کو منطقی انجام تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ تاہم توانائی کے شعبے کے لیے2014-15کے بجٹ میں کچھ نیا نہیں ہے اور جو رقم مختص کی گئی ہے اس کا ایک بہت بڑا حصہ پہلے سے جاری منصوبوں کے لیے ہے۔ صرف 5ارب روپے کی رقم توانائی کے شعبے میں نئے منصوبوں کے لیے رکھی گئی ہے۔ اس کے برعکس 57ارب روپے سے زیادہ رقم مواصلات کے ڈھانچے میں نئی اسکیموں کے لیے مختص کی گئی ہے جس میں لاہور سے کراچی موٹروے کے لیے 30ارب روپے کی رقم شامل ہے جسے چین پاکستان کی اقتصادی راہداری کے طویل المیعاد منصوبے کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہاں مواصلات کے ڈھانچے کے لیے رقم مختص کرنے پر تنقید کرنا مقصود نہیں ہے لیکن سوال ترجیحات کا ہے کہ اس وقت ملک کو کسی چیز کی زیادہ ضرورت ہے ۔

ایک اور اہم پہلو ادھار کے وسائل پر انتہائی پریشان حد تک انحصار کو جاری رکھنا ہے۔ ملکی بینکوں سے قرضوں کے حصول کے ہدف میں نمایاں کمی ضرورواقع ہوئی ہے اور یہ 376ارب روپے(2013-14کا نظر ثانی شدہ تخمینہ)سے کم کر کے 227.9ارب روپے رکھے گئے ہیں۔اس کمی سے افراطِ زر پر مثبت اثرات مرتب ہونے کی توقع ہے۔ تاہم یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ کیا ملکی بینکوں سے قرضوں کی رقم واقعی اس حد تک رکھی جاسکے گی کیونکہ حکومت ختم ہونے والے مالی سال میں ملکی بینکوں سے قرض کو376ارب روپے(جوکہ اس سال 974ارب روپے کے ہدف کے نصف سے بھی کم ہے) تک کولیشن سپورٹ فنڈ، سعودی امداد اور 3جی /4جی کی نیلامی سے آنے والی رقم وجہ سے رکھنے میں کامیاب ہوئی۔ اس رقم کی صورت میں مدد اس سال دستیاب نہ ہوسکنے کا امکان ہے۔

پاکستان جیسے ملک میں معاشرے کے مالدار طبقے پر بوجھ ڈال کر ٹیکس جی ڈی پی شرح بڑھانے کی حکمت عملی اپنانی چاہیے۔

مزید یہ کہ اس سال بیرونی وسائل کا تخمینہ 868ارب روپے ہے اور یہ 2013-14کے مالی سال کے ابتدائی اندازے 576ارب روپے سے نمایاں طور پر زیادہ ہے جو کہ گزرے مالی سال کے نظر ثانی شدہ تخمینے کے بعد 714بلین روپے کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ یہ رحجان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حقیقی قرضوں کی رقم موجودہ اندازوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ملک پہلے ہی گزشتہ کئی سالوں سے ادھار کے وسائل پر انحصار کی بھاری قیمت ادا کررہا ہے۔ اصل ادھار رقم کے ایک چھوٹے سے حصے کی ادائیگی کے ساتھ قومی آمدنی کا تقریباً ایک تہائی حصہ سود کی مد میں ادا ہو رہا ہے۔

معیشت کے مقامی وسائل پید اکرکے ادھار وسائل پر انحصار کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ جی ڈی پی پر ٹیکس کا تناسب اس وقت تقریباً 9فی صد ہے جو ایک انتہائی کم زور شرح رہی ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں معاشرے کے مالدار طبقے پر بوجھ ڈال کر اس شرح کو اوپر لے جانے کا نقطۂ نظر حاوی ہونا چاہیے۔ تاہم اس ضمن میں زیادہ آمدنی والے لوگوں اور مال و دولت پر ٹیکس عائد کرنے کے لیے کوئی بامعنی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ٹیکس عائد کرنے کے یہ اقدامات جائیداد کے لین دین ، سٹاک مارکیٹوں کے کاروبار، زرعی انکم ٹیکس اور پر تعیش طرز زندگی پر اٹھائے جانے چاہئیں۔

جی ایس ٹی کی بلند شرح اور کئی دوسری ڈیوٹیز اور ٹیکسوں کی بھر مارنے با لواسطہ ٹیکسوں کا ایک ایسا بوجھ معاشرے کے ناتواں طبقے پر ڈال دیا ہے جس سے ان کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے! موجودہ بجٹ میں بھی ٹیکس کے موجودہ حکومتی نظام کے جمود کو توڑنے کے لیے کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ حکومت کی طرف سے غیر رسمی معیشت کو دستاویز کی شکل میں لانے کی خواہش خوش آئند ہے تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ حقیقی مسائل یعنی ٹیکس کی وصولی میں بدعنوانی اور حکومت کی کارکردگی پر بے اعتمادی کو توجہ کے لائق سمجھا جائے۔ حکومت کی کارگزاری میں بہتری لانے سے لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوگا اور وہ قومی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرنے کی طرف مائل ہوں گے۔

بجٹ میں کچھ نکات ایسے ہیں جنہیں کاروبار نواز ،اقتصادی سرگرمیوں کے لیے مہمیزاور سرمایہ کی تشکیل کے لیے معاون کی صورت میں دیکھا جا رہا ہے۔وزیر خزانہ نے ٹیکسٹائل کی صنعت کے لیے کچھ مزید مراعات کا اعلان کیا ہے جن میں سرمایہ پر محصول کی وصولی میں کمی (برامدآت پر مارک اپ 9.4فی صد سے کم کر کے7.5فی صد) ، محصول کی پرکشش شرح اور ٹیکسٹائل مشینری وغیرہ کی بلامحصول درآمدگی پر مزید دوسال کی سہولت شامل ہیں۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ ان تمام اقدامات کے باعث ملک کا سب سے بڑا صنعتی شعبہ مثبت سمت پر چل پڑے گا۔ تاہم یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ٹیکسٹائل کا شعبہ برآمدات میں سب سے زیادہ کما کر دینے والا شعبہ تو ضرورہے لیکن صنعت و حرفت صرف ٹیکسٹائل ہی نہیں ہے۔ ملک میں موجود دیگر صنعتی شعبوں کو چاہے وہ چھوٹے ہوںیا بڑے برابر کی حوصلہ افزائی اور مراعات کی فراہمی درکار ہے۔ اس ضمن میں جس شعبے کو مکمل طور پر نظر انداز کردیا گیا ہے وہ چھوٹی اور اوسط درجے کی کاروباری سرگرمیوں (SMEs)کی سرپرستی ہے جنہیں دنیا بھر میں اقتصادی سرگرمیوں کو بڑھانے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

چھوٹے کسانوں کے لئے قرض، لائیو سٹاک اور فصلوں کی انشور ینس جیسے حوصلہ افزاء اقدامات سے مثبت نتائج لیے جاسکتے ہیں۔

زراعت آج بھی ملکی معیشت کی بنیاد ہے لہذا اِس پر کسی حد تک نئے سرے سے توجہ مرکوز کرنا خوش آئند ہے۔ چھوٹے کسانوں کے لئے قرض، لائیو سٹاک اور فصلوں کی انشور ینس جیسے حوصلہ افزاء اقدامات سے مثبت نتائج لیے جاسکتے ہیں۔ بہر حال زراعت کا تعلق آبی؟ وسائل کی ترقی کے ساتھ جڑا ہوا ہے لہذا اِس سال وفاقی بجٹ میں پانی کے لئے مختص کی جانے والی رقم میں نمایاں کمی حیران کن ہے، جو کہ ستاون ارب روپے سے کم ہو کر بیالیس ارب روپے رہ گئی ہے۔

دفاع کے لئے مختص رقم (پاکستان میں اہم موضوع بحث) 629.5ارب روپے کے نظرثانی تخمینے کے مقابلے میں سات سو ارب روپے تک بڑھا دی گئی ہے۔ دفاعی بجٹ میں 70.5ارب روپے کا اضافہ ہے جو کہ 11.1فیصد ہے جبکہ وزارتِ دفاع نے 141ارب روپے بڑھانے کی درخواست کی تھی۔ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ دفاعی بجٹ سماجی شعبے کے لئے مختص کی جانے والی رقم بھی کھا جاتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ دونوں ہی شعبے اپنی اپنی ضرورت کے حوالے سے اہم ہیں۔ پاکستان کی مجموعی معیشت کا حجم کم ہے جس کی وجہ سے دفاعی بجٹ زیادہ نظر آتا ہے، تاہم پاکستان خطے میں جس قسم کی صورتحال کا شکار ہے، یہ دفاعی بجٹ بھی بمشکل ضروریات پوری کرتا ہے۔ بھارت نے اس سال اپنے دفاعی بجٹ میں 10فیصد اضافہ کیا ہے جبکہ وہاں افراطِ زر تقریباً 5فیصد ہے۔ پاکستان میں یہ اضافہ 11فیصد ہے جوکہ افراطِ زرکا بمشکل ہی مقابلہ کرسکتا۔

جہاں تک سماجی شعبوں کے اخراجات کا تعلق ہے، اُس ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد بنیادی طور پر یہ اب صوبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحت و تعلیم کے شعبے کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کریں۔ صوبے اس جانب کس حد تک عمل پیرا ہیں یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے لیکن وفاق اپنی ذمہ داری سے ہرگزمشتثنی نہیں ہوجاتا، لہذا تعلیم کی مد میں مختص رقم بڑھا کر 24ارب روپے کر دی گئی ہے۔ اگرچہ مختص رقم بھی معاشرے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناکافی ہے تاہم اصل مسئلہ کرپشن اور بد انتظامی کا ہے،اور ان شعبوں کی بہتری کے لئے اس پر قابو پانا لازم ہے۔ کرپشن کے خاتمے اور گورننس کو بہتر کیے بغیر بجٹ بڑھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اسلامی بینکاری جیسے اہم شعبے پر حکومتی عدم توجہ مایوس کن ہے۔ نئی آئینی کمیٹی برائے تجاویز کا مقصد مجموعی طور پر اسلامی بینکوں کے اثاثوں کی بڑھوتری اور اسلامی بینکاری کے بہترین مراکز کا قائم کرنا ہے۔ لیکن یہ اقدامات انتہائی نا کافی ہیں۔ یہ سوال بھی اہم ہے کہ اسی کمیٹی اور ان مراکز کے قائم کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اسلامی بینکاری کے اصول اور ان اصولوں کے تحت ہونے والا تمام عملی کام اب مکمل طور پر رائج العمل ہے انہیں اصولوں کی بنیاد پر چلنے والی اسلامی بینکاری اور فنانس انڈسٹری پوری دنیا میں اور پاکستان میں بھی ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ایک متوازن سوچ و بچار کے بعد ملک کی فنانس انڈسٹری کواسلامی فنانس کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ملک میں نئے قائم ہونے والے مالیاتی ادارے جیسا کہ ایگزم بینک کو اسلامی بینکاری اور مالیاتی اصولوں کے تحت ہی کام کریں گے۔ مزید یہ کہ تکافل اداروں کو لائیو سٹاک اور فصلوں سے متعلقہ نئے منصوبے متعارف کرانے چاہیے تاکہ اسلامی مالیاتی انڈسٹری مزید پروان چڑھ سکے۔ وزیر اعظم کی نوجوانوں کے لئے قرضہ سکیم کو بھی انہی اصولوں پر لے کر آگے بڑھنا چاہیے۔

معاشی اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اچھی حکومتی کارکردگی اور تخلیقی سوچ کا ابھرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اب تک کیے جانے والے اقدامات خاطر خواہ نظر نہیں آئے۔

سماجی تحفظ کا دائرہ کار پاکستان جیسے معاشرے کی اہم ضرورت ہے جہاں لوگوں کی بڑی تعداد غربت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے لئے مختص رقم 75ارب روپے سے بڑھا کر 118ارب روپے کردی گئی ہے۔ ماہانہ وظیفہ 1200سے بڑھ کر 1500روپے ہوگیا ہے۔ جبکہ منصوبہ بندی کے تحت 5لاکھ نئے گھرانوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔مجموعی طور پر اس سال 53لاکھ گھرانوں کو یہ وظیفہ دیا جائے گا ۔ مختص کی جانے والی رقم میں یہ اضافہ ایک معنی میں مفید اقدام ہے تاہم لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل کرنے کی بجائے اُن میں پیسے کی تقسیم نامناسب ہے۔ جبکہ لوکل سطح پرپیسے کی تقسیم میں سیاسی اثرو رسوخ استعمال کرنے کی اطلاعات بھی موجود ہیں۔ تقسیم ہونے والی اس رقم کے نامعلوم نتائج سامنے رکھتے ہوئے، ضرورت اس امر کی تھی کہ اس پورے پروگرام کا جائزہ لیا جاتا اور کچھ ایسے اقدامات اٹھائے جاتے کہ جن کے نتیجے میں لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہوسکتا نیز ایسے منصوبے متعارف کروائے جاتے کہ جن سے لوگ خود کمانے کے قابل ہوجاتے۔

تنخواہوں اور پنشن میں 15 سے 20%اضافہ خوش آئند ہے جس میں کم ازکم پینشن پانچ ہزار روپے سے بڑھا کر چھ ہزار روپے کردی گئی ہے۔ بہر حال یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ پینشن کے حصول کے لئے لوگوں کو بہت سی مشکلات کے سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ بڑھائی گئی رقم کے ساتھ اعلان کردہ اقدامات کا ہر سطح پرقانونی تحفظ ضروری ہے تاکہ ایسے اعلانات حقیقت میں تبدیل ہوسکیں۔ سرکاری پینشن کے علاوہ EOBIکو بھی کہ اپنی کم ازکم پینشن میں اضافہ کرنا چاہے۔

لوگوں کی سماجی و معاشی محرمیوں کو دور کرنے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے اور اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بڑے پیمانے پر بنیادی اصلاحات ناگزیر ہیں۔

**کیا اہداف حاصل ہو جائیں گے؟:**کم پیمانے کی بچت اور سرمایہ کاری کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترقی کے اہداف کو صرف بڑے منصوبوں پر خرچ کرکے حاصل کرنا مشکل ہوگا۔ جبکہ بظاہر کوئی ایسی قومی منصوبہ بندی نظر نہیں آتی کہ جو بلند آمدنی کے ہدف کو حقیقت بنانے میں مدد کرے۔ نتیجتاً بینکاری قرضوں کے ہدف کو دہرانے کی ضرورت ہے جو کہ افراطِ زر پر اثر انداز ہوگا۔ مالیاتی خسارے کو GDPکے 4.9%فی صد پرلانے میں بھی عالمی مالیاتی فنڈ کی جانب سے راہنمائی کی جاتی ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے کی جانب سے یہ خسارہ GDPکا 4.1فی صد پر لانے کا کہا گیا جبکہ حکومت پاکستان 5.4فی صد کے لئے پر اصرار تھی، تاہم 4.9فی صد پر اتفاق طے پایا۔ مجموعی طور پر بجٹ میں مختص کی گئی رقوم اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ خسارے کو 4.9فی صد تک رکھنا ایک مشکل ہدف ہے جبکہ خدشہ ہے کہ یہ GDPکے 6فی صدتک جاسکتا ہے۔ سعودی عرب اور 3جی /4جی کی نیلامی سے حاصل ہونے والی رقوم تو 2014-15میں دوبارہ حاصل نہیں ہوں گی ، ایسے اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اچھی حکومتی کارکردگی اور تخلیقی سوچ کا ابھرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اب تک کیے جانے والے اقدامات خاطر خواہ نظر نہیں آئے۔

وسائل پاکستان کا اصل مسئلہ نہیں بلکہ وسائل کی بدانتظامی اور ترجیحات کا صحیح نہ ہونا اصل مسئلہ ہے۔ موجودہ حکومت کے اقتصادی انتظامات کو دیکھتے ہوئے یہ پتا چلتا ہے کہ حکومت اپنے ہی مقرر کردہ اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے نہ صرف اعددو شمار کی حد تک بلکہ عام آدمی کا معیارِ زندگی بہتر بنانے میں بھی کامیاب نہیں ہوسکی۔بجٹ2014-15 کے مقررہ اہداف اگر 100فی صد بھی حاصل کرلیے جائیں تو بھی ترقی کی شرح اور افراطِ زر کی مد میں کیے گئے وعدے معمولی بہتری ظاہر کرتے ہیں۔ جہاں تک مجموعی خدوخال کی بات کی جائے تو بجٹ میں کسی ایک ترمیم کے ذریعے خاطر خواہ تبدیلی نہیں لائی جاسکتی، یہ بجٹ بھی پہلے کی طرح بعض مخصوص طبقات کے لیے دوست بجٹ ظاہر ہوتا ہے۔ سینئر حکومتی عہدیداران بھی اشارہ کرتے ہیں کہ پاکستان کے لوگ بجٹ سے منسلک اداروں اور ان کے کیے گئے اقدامات پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں کی سماجی و معاشی محرمیوں کو دور کرنے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے اور اقتصاد ی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بڑے پیمانے پر بنیادی اصلاحات ناگزیر ہیں ساتھ ہی ساتھ شفاقیت اور میرٹ کو بنیاد بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک بجٹ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کرسکتا لیکن ایک بجٹ بلاشبہ اس جانب ایک پیش رفت ثابت ہوسکتا ہے جبکہ اس بجٹ کے ضمن میں یہ پیش رفت بھی دکھائی نہیں دیتی۔

1. \* انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد ہر سال وفاقی بجٹ کے جائزے کے لیے ممتاز ماہرین معیشت، دانشوروں اور کاروباری افرادکی شرکت کے ساتھ ایک نشست منعقد کرنا ہے۔ زیر نظر جائزہ بھی ایسی ہی ایک نشست کی کاروائی پر مبنی ہے جسے عرفان شہزاد، لیڈ کوارڈی نیٹر آئی پی ایس نے تیار کیا ہے۔ [↑](#footnote-ref-1)